فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○
اگر تُم خُود نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پُوچھو!

اَلْاِفَاضَاتُ السنیہ

المُلَقَّبُ بِہٖ

فتاوٰئے مہریہؒ

یعنی

مجموعہ فتاوٰے حضرت قبلہ عالم علامۂ زمان خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و ترتیب

مولانا فیض احمد صاحب فیض، جامعہ غوثیہ، گولڑا شریف

بایماء

حضرت سید پیر غلام محی الدین شاہ صاحب قدس سرہٗ

باہتمام

جناب سیدنا پیر غلام معین الدین شاہ صاحب و سیدنا شاہ عبدالحق شاہ صاحب مدظلہما العالی

www.nur-e-nisbat.weebly.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار ———— چہارم

تعداد ———— ایک ہزار

مقام اشاعت ———— گولڑا شریف، ضلع اسلام آباد

مطبع ———— پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور

کاتب ———— خوشی محمد ناصر قادری خوش رقم تلمیذ پروین رقم

ہدیہ ———— ۷۰ روپے

صفر المظفر ۱۴۱۸ھ مطابق جون ۱۹۹۷ء

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

۴۴۔ طاعُون زدہ علاقہ سے علاج کے لیے نکل جانے کے متعلق حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں عُلماء دین و مُفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ طاعُونی مقام سے نکل کر محض بغرضِ تبدیلِ آب وہوا حسبِ تجویزِ حکما اپنے مکانوں کے قریب کسی دُوسرے مکان یا صحن یا فضا کی جگہ بستی کے اِرد گرد خس پوش جھونپڑی یا خیموں میں لوگ سکونت اِختیار کریں اور حقِ ہمسایہ ترک نہ ہو۔ اور ایک دُوسرے کی خبرگیری ہوتی رہے تو باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب هو الملهمُ الصواب

بغرضِ علاج و اِصلاحِ آب وہوا جو لوگ مرض میں مبتلا ہوں۔ اور جو مبتلا نہ ہوں دونوں باہر نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ جس سرزمین کی آب وہوا فاسد ہوگئی ہو اس کی اِصلاحِ صحت کے لیے زیادہ مفید ہے۔ فتح الباری اور مرقاۃ الصعُود میں ہے ان استصلاح الاهوية من انفع الاشياء فى تصحيح البدن و بالعكس الخ

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ عرینہ کو اِن حالات میں مدینہ پاک سے باہر کئی میل کے فاصلہ پر بھیج دیا تھا۔ و عند ابن سعد ان عدد لقاحه صلى الله عليه وسلم كان خمس عشرة و عند ابى عوانة كانت ترعى بذى الجدر۔ بالجيم و سكون الدال المهملة ناحية قباء قريبا من عين على ستة اميال من المدينة (قسطلانی) اور جس وقت عرنیین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ طیّبہ سے باہر نکلنے کی اجازت بخشی تھی۔ اس وقت مدینہ میں عام طور پر مرض پھیلا ہوا تھا مسلم والی حدیث کا جملہ (وقد وقع بالمدينة الموم و هو البرسام) ملاحظہ ہو یعنی اہلِ عرینہ کے مدینہ منوّرہ میں آنے سے پہلے عنقریب ہی شہر میں مرض پھیلا ہوا تھا كما لا يخفى عن من له ادنى مسكة فى العربية۔ پس خروج علاجاً جائز ہوا، نہ فراراً۔ لہٰذا عرنیین والی حدیث اور حدیثِ صحیحہ واردہ دربارہ نہی فرار میں کوئی تناقض نہیں اور قائل جواز الفرار کا اِستدلال حدیث عرنیین سے بوجہ الفاظِ حدیث میں غور نہ کرنے اور البتہ حدیث مذکور سے جواز العلاج ثابت ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ کا عمدۃ القاری میں درجواب قائل و مستدل مذکور یہ فرمانا کہ مدینہ طیّبہ میں (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام) عام طور پر [illegible] پھیلا ہوا نہیں تھا اور صرف اہلِ عرینہ کے چند آدمیوں کو آب وہوا مخالف ہونے کی وجہ سے باہر نکلنے کی اجازت بخشی گئی تھی۔ گویا صُورت طاعُون ہی نہ ٹھہری مُسلم کی حدیث کے اِس جُملہ کے خلاف ہے۔ حيث قال ردا على من جوز الفرار من الطاعون محتجا بقصة العرنيين بانه لم يكن ذالك فراراً من الوباء اذهم كانوا مستوخمين خاصة دون سائر الناس الخ مگر چُونکہ یہاں پر لزُوم خلاف ہے نہ التزام خلاف۔ لہٰذا علامہ عینیؒ محلِ طعن نہیں ہو سکتے۔ دراصل وجہ اختیار طرز جواب مذکور کی یہ ہے کہ در وقت ردِ مستدل علامہ عینیؒ کے زیرِ نظر بُخاری کی حدیث ہے جس میں جُملہ مذکورہ بالا نہیں۔ عمدۃ القاری ملاحظہ ہو۔ الغرض نظر بحدیث عرنیین و اثر ابی مُوسیٰ مسطورہ ذیل خروج علاجاً جائز ہے۔

حضرت عمرؓ نے طاعون عمواس میں تمام لشکر کو اُردن سے جابیہ چلے جانے کا حکم بھیجا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو بغرضِ ازالہ مرض واستنشاق ہوا یہ صحرا اور جو طاعون میں مبتلا نہ ہو بقصدِ حفظِ ماتقدم دونوں طاعونی مقام سے باہر نکل سکتے ہیں اور یہ خروج فراراً نہیں بلکہ علاجاً ہے۔ جتنی احادیث نہی خروج میں وارد ہیں سب سے خروج فراراً ممنوع پایا جاتا ہے نہ مطلق خروج۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب من خرج الی ارض لاتلائمہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وذکر فیه قصة عرنیین وقد تقدمت الاشارة الیها قریبا وکانه اشار الی ان الحدیث الذی اورده بعده فی النهی عن الخروج من الارض التی وقع فیها الطاعون لیس علی عمومه انما هو مخصوص بمن خرج فراراً منه الخ صحیح مسلم والی حدیث یہ ہے عن انس بن مالك قال اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم نفر من عرینة فاسلموا وبایعوه وقد وقع بالمدینة الموم وهو البرسام فقالوا هذا الوجع قد وقع یارسول الله فلو اذنت لنا فخرجنا الی الابل فکنا فیها فقال نعم فاخرجوا فکونوا فیها۔ الحدیث۔ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو باسناد مذکور نقل فرما کر لکھتے ہیں۔ ففی هذا الحدیث ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امرهم بالخروج الی الابل وقد وقع الوباء بالمدینة فکان ذلك عندنا والله اعلم علی ان یکون خروجهم للعلاج لا للفرار۔ فثبت بذلك ان الخروج من الارض التی وقع بها الطاعون مکروه للفرار ومباح لغیر الفرار۔ ابو موسیٰ کا اثر جس سے عمر فاروقؓ کا مع چھ ہزار صحابی کے علاجی خروج کے جواز پر اجماع پایا جاتا ہے۔ یہ ہے ان عمر کتب الی ابی عبیدة ان لی الیك حاجة فلا تضع کتابی من یدك حتی تقبل الی فکتب الیه انی عرفت حاجتك وانی فی جند من المسلمین لا اجد بنفسی رغبة عنهم فکتب الیه اما بعد فانك نزلت بالمسلمین بارض عمیقه فارفعهم الی ارض نزهة الخ ابن حجر فتح الباری میں اسی کے متعلق لکھتے ہیں۔ فهذا یدل علی ان عمرؓ رای ان النهی عن الخروج انما هو لمن قصد الفرار متمحضا الخ ثم قال وایّد الطحاوی صنیع عمر بقصة العرنیین فان خروجهم من المدینة کان للعلاج لا للفرار الخ پھر بعد اس کے لکھتے ہیں کہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی امر کا لحاظ رکھا ہے۔ ولحظ البخاری ذلك فترجم قبل ترجمة الطاعون من خرج من الارض التی لاتلائمه وساق قصة العرنیین منقولہ عبارات سے ثابت ہوا کہ:۔

۱۔ علاجاً نکلنا مبتلا یا غیر مبتلا دونوں کے لیے جائز ہے۔

۲۔ عمر فاروقؓ کا مع چھ ہزار صحابی کے اسی پر اجماع ہے۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے اُسی اثر ابی موسیٰ کے اخیر پر نقل کرتے ہیں۔ قال ابو الموجه زعموا ان ابا عبیدة کان فی ستة وثلاثین الفا من الجند فماتوا فلم یبق الاستة آلاف رجل الخ

۳۔ امام جعفر طحاوی کا بھی یہی مذہب ہے۔

۴۔ حافظ ابن حجر بھی خروج علاجاً کو ترجیح دیتے ہیں جس سے میلان اس کا جواز کی طرف پایا جاتا ہے۔

۵۔ متاخرین فقہاء کا بھی یہی فتوےٰ ہے۔ فتاوےٰ ہندیہ اور دُرِّ مختار وغیرہا مُلاحظہ ہوں۔

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

احادیث نهی ۔ فاذا سمعتو به بارض فلا تدخلوها علیه ولا تخرجوا منها فرارًا فمن سمع به بارض فلا یقدمن علیه ومن وقع بارض وهو بها فلا یخرجنّ للفرار منه ۔ مسلم۔ اذا سمعتو به بارض فلا تقدموا علیه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه ۔ ان احادیث پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوا کہ خروج فرارًا ممنوع و ناجائز ہے ۔ کما قال النووی والعینی والقسطلانی والزرقانی وابن حجر والطحاوی وغیرهم "اما الخروج لعارض فلا بأس به" وُہ احادیث جن کے منطوق سے بیٹھنے والے کو بشرطِ صبر و احتساب درجہ شہادت حاصل ہوتا ہے ۔ بخاری و مسلم و کنز العمال و مسند احمد وغیرہم کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتے ہیں جن کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو صابرا محتسبًا نہ ٹھہرے اُس کو درجہ شہادت نصیب نہ ہوگا ۔

تمہید بعض اشیاء کا باہمی تخالف بحسب الحقیقت ہوتا ہے ۔ چنانچہ آدمی، گھوڑا، بکری، گائے، نماز، روزہ، چوری، زنا وغیرہ وغیرہ ۔ اور بعض اشیاء کے تخالف کی دار و مدار صرف قصد و نیّت پر ہوتی ہے ۔ نیّت ہی کے تخالف سے اُن کے ماہیات الگ الگ قرار دیئے جاتے ہیں جس پر تخالف فی الاحکام متفرع ہوتا ہے ۔ مثلاً صبح سے شام تک اِمساک یعنی پانی، روٹی وغیرہ ماکولات و مشتہیات کا اِستعمال نہ کرنا ۔ اگر اِتفاقی یا افلاس کی وجہ سے ہوا تو اس کو صوم (روزہ) نہیں کہا جاتا ۔ اور اگر بقصدِ روزہ ہو تو اُس کو صوم کہا جاتا ہے یا خروج من البیت گھر سے باہر نکلنا ۔ اگر بقصدِ ادا نماز وغیرہ مشروعات ہو تو اس خروج کو مستحسن کہا جاتا ہے ۔ اور اگر بقصدِ چوری، زنا وغیرہ ہو تو اُسی خروج کو قبیح ۔ ایسا ہی مقاتلہ و جنگ میں پیچھے ہٹنا بقصدِ فرار ناجائز اور بغرض دھوکا دینے مقابل کے تاکہ وُہ آگے کو بڑھے اور ہم کو موقع شمشیر زنی اور تیر اندازی کا مِلے جائز ۔ حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سُورہ فاتحہ کا قراۃ پڑھنا ممنوع اور بطریق ذِکر و دُعا جائز وغیرہ وغیرہ علیٰ ہٰذا القیاس ما نحن فیہ میں بھی طاعونی مقام سے باہر نِکلنا بقصدِ فرار ناجائز اور بغرضِ علاج جائز ۔ خروج للفرار اور خروج للعلاج میں فرق ہے ۔ پہلی صُورت میں نِکلنے والے کا خیال یہی ہوتا ہے کہ خروج کو صرف ذریعہ نجات سمجھتا ہے ۔ علاج و تداوی کا خیال قصداً اُس کے ذہن میں نہیں ہوتا ۔ بخلاف دُوسری صُورت کے کہ یہاں پر صرف نکلنے کو ذریعہ نجات نہیں سمجھا جاتا ۔ بلکہ پاکیزہ ہواؤں کے اِستعمال و ہواخوری کو ذریعہ نجات تصوّر کیا جاتا ہے ۔ اور یہی امراض کا ملحوظ بالذّات ہوتا ہے نہ صرف خروج بخلاف پہلی صُورت کے کہ وہاں مقصُود و ملحوظ صرف خروج اور بھاگنا ہی ہوتا ہے ۔ لہٰذا فارّ محض حکیم و معالج کی ہدایات کا خیال نہیں کرتا ۔ ہاں بقصدِ علاج نِکلنے والے کو حکیم و ڈاکٹری ہدایت کی پابندی ضروری ہوتی ہے ۔ **الغرض** دونوں صُورتوں میں فرق نہایت غور بینی سے معلوم ہو سکتا ہے ۔ عام فہم امر نہیں ۔ لہٰذا عمر فارُوق رض جیسے متوکّل و کامل الایمان کو بھی ابناء زمان نے طاعون عمواس والے معاملہ میں فارّ من الطاعون قرار دیا ۔ حالانکہ آپ فرار من الطاعون کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے ۔ بلکہ راستہ سے آپ کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ جملہ مذکورہ فی الحدیث فلا تدخلوھا تھا جس کو اپنی رائے در بارہ مراجعت من الطریق قائم کرنے کے بعد سُن چکے تھے اور ابُو عبیدہ رض ابن الجراح کو دوبارہ تاکیدی تحریری ہدایت اُردن سے بمعہ لشکر جابیہ کو چلا جانے کی بقصدِ علاج تھی نہ بغرضِ فرار ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ (ان الاردن ارض وبیئة وعمقة غمیقة وان الجابیة ارض نزهة فاظهر بالمهاجرین الیها) تبدیل ہوا پر صاف دلالت کر رہے ہیں ۔ اور عبیدہ بن جراح کا پہلے مکتوب سے اِنکار اور دُوسرے سے بمعہ کل لشکر کے تعمیل کی بناء اِسی فرق پر تھی یعنے پہلے انہوں نے فرار سمجھ کر انکار کیا تھا ۔ اور ثانیاً علاج خیال فرما کر تعمیل کی ۔ قال الطحاوی رحمة الله علیه و

علی هذا المعنی واللہ اعلم رجع عمر بالناس من سرغ لا علی انه فار مما قد نزل بهم الخ ثم قال و کذالك ما اراد بکتابه الی ابی عبیدة ان یخرج هو ومن معه من جند المسلمین انما هو لنزاهة الجابیة وغمق الاُردن۔ اس کے بعد اِمام طحاوی رحؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ اَے خدا لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے طاعون سے فرار کیا حالانکہ میں اِس سے بری ہُوں۔ زعموا انی فررت من الطاعون وانا ابرء الیک من ذالك (فتح الباری عن الطحاوی) پس معلوم ہُوا کہ آپؓ نے ابو عبیدہ کو بہ نیّتِ فرار ہرگز نہیں بلایا تھا۔ بلکہ بقصدِ تبدیلِ ہوا۔ چنانچہ ان کے فقرات مندرجہ مکتوب سے اُوپر معلوم ہوچکا ہے۔ الحاصل طاعونی مقام سے نِکلنے کی چند صورتیں ہیں :۔

۱۔ یہ ہے کہ بغرضِ علاج و اِصلاح آب وہوا ایسی جگہ چلا جائے جس کی آب وہوا خوشگوار وعُمدہ ہو۔ عام ازیں کہ طاعُون میں مُبتلا ہو یا نہ ہو۔ اِس صُورت میں بھی اِختلاف ہے بعض صحابہ ومحدّثین صورت فرار کی سمجھ کر اس کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔ اَور اِسی بناء پر خلیفہ ثانی عُمر فارُوق رضؓ پر قول جواز فرار از طاعون کی تہُمت لگائی گئی تھی۔ اَور بعض صحابہ محدّثین اِس وجہ سے کہ فرار محض نہیں جائز کہتے ہیں۔ قال الحافظ فی فتح الباری۔ ومن جملة هذه الصورة الاخیرة ان تکون الارض التی وقع بها وخمة والارض التی یرید التوجه الیها صحیحة فیتوجه بهذا القصد فهذا جاء النقل فیه عن السلف مختلفا فمن منع نظر الی صورة الفرار فی الجملة ومن اجاز نظر الی انه مستثنٰی من عموم الخروج فرارا لانه لم یتمحض للفرار وانما هو لقصد التداوی بنظرِ امعان وتعمق دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ایسا خروج جائز ومباح ہے اَور اس کی دلیل راجح وقوی۔ چنانچہ حافظ اِبنِ حجر اَور طحاوی کی روایات اَور چھ ہزار صحابی کا اجماع اُوپر بیان ہوچکا ہے۔

۲۔ ـــــــ طاعونی مقام سے محض بغرض طاعون سے بچنے کے کہیں دُوسری جگہ نکل جانے بغیر اس کے کہ اس کو علاج بہ تبدیلِ ہوا واِحتراز از ہوا فاسد مقصُود ہو۔ ایسا خروج ناجائز ہے۔ چنانچہ احادیثِ صحیحہ سے عدم جواز اس کا بخوبی ثابت ہے۔

۳۔ یہ کہ محض بقصدِ حاجت دینی یا دُنیوی بغیر ارادہ فرار کہیں چلا جائے یہ خروج بالاتفاق جائز ہے۔ قال النووی واتفقوا علی جواز الخروج لشغل وغرض غیر الفرار ودلیله صریح الاحادیث هکذا فی فتح الباری وعمدة القاری وارشاد الساری والزرقانی وغیرہ۔

۴۔ یہ کہ کسی مطلبِ دینی یا دُنیوی کے لِیے نِکلے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تبعاً ملحُوظ ہو کہ طاعونی مقام سے نجات حاصل ہوگی اِس صُورت میں اِختلاف ہے۔ قال الحافظ فی فتح الباری۔ والثالث من عرضت له حاجة فاراد الخروج الیها وانضم الی ذالك انه قصد الراحة من الاقامة بالبلد التی وقع بها الطاعون فهذا محل النزاع۔

۵۔ یہ کہ بغرضِ اِصلاح وتبدیلِ ہوا مکان چھوڑ کر اپنے مکانوں کے قریب کسی دُوسرے مکان یا صحن یا کھُلی فضا کی جگہ بستی کے ارد گرد جھونپڑے یا خیموں میں سکونت اِختیار کرے۔ ایسی صُورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ

حقِ احیاء و اموات عیادت و تجہیز وغیرہ ترک نہ ہو۔ اسی بناء پر فقہاء کا حکم ہے کہ اگر سب بستی والے بستی چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور ایک شخص بھی وہاں نہ رہے تو یہ درست ہے۔ کیونکہ اِس صُورت میں حق تلفی کا اندیشہ نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں طاعونی مقام سے خروج کے منہی عنہ ہونے کی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ حقوقِ احیاء و اموات ترک کرنے سے گنہگار ہوگا۔

دُوسری شرطِ جواز کی یہ ہے کہ نکلنے والا الخرُوج کو مُوجبِ نجات نہ سمجھے۔ **تنبیہ** ۔ یہ امر بھی فرق بین العلاج والفرار کی طرح قابلِ غور ہے عام فہم نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ نسبت الی السبب شانِ مومن کے حقیقی طور پر منافی ہے۔ بلکہ بوجہ انکار از مسبب کفر ہے۔ ہاں مجازی طور پر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً انبت الربیع البقل بہار نے انگوری کو اُگایا۔ مومن کا مقولہ ہو تو بہار کی طرف اُگانے کی نسبت مجازی ہوگی۔ اور درحقیقت اُگانے والا حق سُبحانہٗ وتعالیٰ ہے اور یہی جملہ اگر منکرِ الوہیت کہے تو اسناد حقیقی ہوگا۔ عوام کا یہ کہنا کہ شربت نیلوفر وغیرہ سے مجھے شفا ہوئی اِس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ شربت مجھے شفا بخشی ہے نہ یہ کہ شربت مستقل طور پر شافی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس طاعونی مقام سے نکلنا مومن کے خیال میں حقیقی طور پر بچانے والا نہیں ہوتا۔ بلکہ مجازاً کہا جا سکتا ہے کہ نکلنے سے بچ گیا ہُوں یعنی نکلنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے تبدیل ہوا کو میرے لیے سبب نجات بنا دیا ہے مشیّتِ ایزدی اسی طرح پر ہُوئی۔ بخلاف دہری اور منکرِ الوہیت کے کہ وُہ چونکہ اسباب کو مؤثر مستقل طور پر سمجھتا ہے تو اس کے فاسد خیال میں مشیّتِ ایزدی کو (معاذ اللہ) گذر ہی نہیں۔ لہٰذا وُہ قطعی طور پر نسبت اثر الے السبب کر سکتا ہے یعنی کہہ سکتا ہے کہ نکلنے کی صُورت میں ضرور بچ جاؤں گا۔ بخلاف مومن کے کہ وُہ نکلنے پر بھی بچنے کو معلّق مشیّتِ ایزدی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے معنے قول ذیل شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کا۔ اسس میں لفظ (البتہ) قابلِ غور ہے " و اگر اعتقاد کند کہ اگر بگریزد البتہ مے میرد۔ و اگر بگریزد البتہ سلامت ماند کافر گردد و نعوذ باللہ من ذالک"۔ اور ہمارے خیال میں باہر نکلنے والے مسلمانوں سے کوئی ایسا نہیں جو دہری عقیدے کے مُطابق اعتقاد کرے۔ بلکہ عام لوگ ہر کام میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو ملحوظ رکھتے ہیں اور مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں۔ ف۔ حسب بیان امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم کے ہیں۔

۱۔ مقطوع النفع۔ جیسے بھُوک پیاس کے لیے کھانا کھانا۔ پانی پینا اور سانپ، بچھو، شیر، آگ سے بھاگنا۔

۲۔ موہُوم النفع۔ چنانچہ داغنا اور منتر پڑھنا۔

۳۔ مظنون النفع۔ چنانچہ فصد، حجامت، مسہلات کا استعمال۔ ایسا ہی مجربات کا برتاؤ۔

پہلی صورت میں ترک اسباب نہ صبر ہے نہ توکّل بلکہ شرعاً ممنوع ہے۔ دُوسری صورت میں ترک افضل و اولیٰ ہے۔ اور استعمال خلافِ توکّل۔ قال الغزالی فی احیاء العلوم۔ واما الموھوم فشرط التوکل ترکہ اذ بہ وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم المتوکلین۔ انتہیٰ۔ تیسری صورت میں نہ ترک ضروری ہے اور نہ استعمال خلافِ توکّل۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ واما الدرجۃ المتوسطۃ وھی المظنونۃ کالمداواۃ بالاسباب الظاھرۃ عند الاطباء ففعلہ لیس مناقضاً للتوکل بخلاف الموھوم وترکہ لیس محظوراً بخلاف المقطوع بل قد یکون افضل من فعلہ فی بعض الاحوال وفی بعض الاشخاص فھی علی درجۃ بین الدرجتین ویدل علی ان التداوی غیر مناقض للتوکل بفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

وقولہ وامرہ الخ۔ طاعونی مقام سے باہر نکل کر دوا کرنا اور ہوا پاکیزہ سے منتفع ہونا بقول اطبا و شہادتِ تجربہ مظنون[1] النفع ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے پاکیزہ ہوا کا مفید ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ واقعہ اہلِ عرینہ اور قصّہ طاعونِ عمواس اس پر شاہد ہے۔ بناءً علی المذکور طاعونی مقام میں بیٹھ کر یا باہر نکل کر دوا کرنا جائز ہوگا۔ ہاں باہر چلے جانے کو بدیں وجہ کہ اس سے حقوقِ احیاء و اموات بیمار پُرسی و خبر گیری و تجہیز وغیرہ فوت ہوں گے، ناجائز کہہ سکتے ہیں۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے باہر نکلنے کی منہی عنہ ہونے کی علت بھی بیان فرمائی ہے۔ حیث قال بل العلة فی النھی عن مفارقة البلد بعد ظھور الطاعون انه لو فتح ھذا الباب لارتحل عنه الاصحاء و بقی فیه المرضی مھملین لا متعھد لھم فیھلکون ھزلاً و ضراً۔

ناظرین! انصاف پسند ملاحظہ تحریر ہذا سے سمجھ سکتے ہیں کہ خروج للعلاج بقول امام طحاوی رحمہ اللہ جو حنفیہ کے مسلّم محدّث اور سرگروہ ہیں جائز ہے۔ اور اس پر حدیث مرفوع و آثر صحابہ بھی پیش کرتے ہیں اور فقہاء نے بھی طاعون کے باب میں امام طحاوی کے قول پر فتوےٰ دیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیر ہندیہ و دُرِّ مختار ملاحظہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ درصورتِ مندرجہ استفتاء علماء کا شہروں سے باہر نکل کر بیٹھنے والوں کو مع مراعاة حقوق احیاء و اموات کافر قرار دینا اور اُن کو بغیر جنازہ دفن کرانا اسی بناء پر ہوا کہ انہوں نے فرار اور علاج میں فرق نہیں سمجھا۔ بلکہ اُلٹا بصورتِ معلومہ قائل بالجواز کو مخالفِ قرآن و احادیث و فقہاء و اولیاء ٹھہرایا۔ حالانکہ آیتِ کریمہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ۔ الیٰ آخر الآیۃ۔ اور تفاسیر اور احادیثِ نہی میں خروج للعلاج کا ذکر ہی نہیں۔ کما لا یخفی علی المنصف المتدبر۔ خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تہمت قول بجوازِ فرار بھی کوناسمجھی کی وجہ سے باندھی گئی تھی۔ مگر ہمارے موجودہ زمانہ کے بعض اہلِ علم نے مزید برآں مفتی اور مستفتی دونوں کو کافر قرار دیا۔ عفی اللہ عنہم۔ بزعم اُن کے چھ ہزار صحابی مع عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور امام ہمام ابوجعفر طحاوی و حافظ ابنِ حجر و قسطلانی و دیگر فقہاء (معاذ اللہ) یہ سب لوگ قرآن اور حدیث کے محرّف و کافر ٹھہرے اور قرآن و حدیث میں معاذ اللہ تناقض ہوا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔

ہماری تحریر ہذا کا حاصل طاعونی مقام سے خروج علاجاً جائز بشرطیکہ حقوقِ احیاء و اموات فوت نہ ہوں۔ نہ یہ کہ واجب ہے اور ضرور ہی نکلے بلکہ عدم خروج میں تقویٰ و احتیاط ہے۔ چنانچہ سالِ گذشتہ والی طاعون میں اسی پر ہمارا عمل رہا۔ اور سکون موجب اجرِ شہادت مگر بشرطِ صابر اور محتسب ہونے کے نہ یہ کہ دفینہ کو نہیں چھوڑ سکتا یا سوائے طلبِ شہادت کے کوئی اور امر مدِّ نظر نہ ہو۔ ورنہ شہید نہ ہوگا۔ شہادت کے لیے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) طاعونی مقام (۲) عدم خروج و فرار (۳) صبر (۴) احتساب (۵) توکّل علی اللہ۔

صورتِ مندرجہ استفتاء میں پہلے امر کا تحقّق بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فناءِ مصر میں عید و جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے۔ حالانکہ لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع صحیح و مسلّم ہے عند الحنفیہ۔ امام شعرانی رحمہ اللہ وجہ قولِ حنفیہ اس طرح

---

[1] تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بستی میں بعض اشخاص اور چوہوں کے مرنے کے بعد جو لوگ بستی سے نکلے ہیں نکلنا اُن کا کم مفید پڑا ہے۔ کیونکہ زہریلی ہوا کے سرایت کرنے کے بعد اس کی اصلاح مشکل ہے البتہ جو لوگ نکلنے میں سبقت کرتے رہے اور چوہا مرنے کے متصل ہی نکل گئے یا اس سے بھی پہلے، وہ لوگ غالباً بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہے ہیں۔ ۱۲

بیان فرماتے ہیں۔ وجه قول ابی حنیفه۔ان ما قارب الشیٔ اعطی حکمه ۔ والله اعلم وعلمه اتم۔ پہلی شرط کا انتقال بھی اگر مانا جائے تو اصل مطلب یعنی صُورتِ مسطورہ میں خرُوج کے جائز کہنے کو مضر نہیں۔

هذا ما فی علی القاصر الآن والعلم عند اللّٰهِ وعلیه التکلان والحمد لله اوّلاً و آخراً والصلوٰة والسلام علی سیّدِ ولدِ عدنان ما تعاقب الملوان وآله وصحبه طرا مادارتِ النیّران۔

العبـــــــــــــــد
الملتجی الی اللّٰہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ بقلم خوُد از گولڑہ

۴۵ معاہدہ کے خلاف مدّعی کے دعوےٰ کرنے کے متعلّق حکم

استفـــــتـــــاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین شرعِ محمدی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اِس بارہ میں کہ ایک شخص کی چوری ہُوئی وُہ ایک مخدوم صاحب، جو کہ بڑے متقی و پرہیزگار ہیں، کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے تمام گاؤں کے لوگوں سے قسم لے دیویں اُنہوں نے تمام شہر کے باشندوں کو بُلا کر اُن سے مسجد میں قرآن شریف سامنے رکھ کر قسم لی۔ اب اگر وُہ شخص اِس قسم کے بعد بھی گاؤں مذکور کے لوگوں پر شُبہ کرے تو آیا مدعی مذکور کو اجرائے دعوےٰ کی شرعاً اجازت ہے یا کہ نہیں؟ باوجودیکہ بموجب قول شامی فی الجلد الرابع ۶۵۱ قوله حلفه الحاکم ولا یبطل حقه بیمینه ولا یبطل مع هبیة لکنه لیس له ان یخاصم ما لم یقم البینة علی وفق دعواه فان وجدها اقامها وقضی له بها۔ نیز اُس شخص نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ قسم دینے کے بعد اگر کسی شخص پر صریحاً شک معلوم ہوا تو میں کوئی دعوےٰ مال نہیں کروں گا۔ آیا یہ معاہدہ بھی کوئی حقیقت رکھتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر رکھتا ہے تو کس کے حق میں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب وهو الملهم الصواب

مدّعی کو اجرائے دعوےٰ کی شرعاً اجازت ہے۔ کما فی البدائع وبحر الرائق والدر المختار اور معاہدہ مذکورہ دعوےٰ کرنے سے مانع نہیں۔ کما فی در المختار وقال اذا حلفت فانت بری من المال ثم برهن علی الحق قبل، هکذا فی البدائع۔ وبحر الرائق والدر المختار۔

العبد مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ